بسم اللہ الرحمن الرحیم

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِين، نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِين، أَمَّا بَعْدُ:

56-اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کا بیان

العقیدۃ الواسطیۃ لشیخ الاسلام الامام ابو العباس احمد ابن تیمیہ الحرانی رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ، اور ہم پہنچے تھے اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کے بیان پر، اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کے ثبوت کے لیے جو دلائل پیش کیے ہیں شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے تقریباً دس سے زیادہ ہیں۔

اور شرح میں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ مصنف رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کو ثابت کرنے کے لیے بعض آیات کا ذکر کیا ہے اور قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے کلام میں سے ہے اس کے دلائل بھی بیان کیے ہیں۔

اور آج کے درس میں ان شاءاللہ ہم صفت الکلام پر بات کریں گے اور اگلے درس میں قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس پر بات کریں گے۔

2-1: پہلی اور دوسری آیت اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کے ثبوت میں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ النساء آیت نمبر 87 میں:

﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا﴾ (اور وہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا ہے حدیث میں) (النساء:87)۔

اور سورۃ النساء 122 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا﴾ (اور وہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا ہے قول میں) (النساء:122)۔

یہ دو آیتیں ہیں اور ان دونوں آیتوں کی ابتداء اسم استفہام ﴿مَنْ﴾ سے ہوئی ہے، اور اسم استفہام جو ہے یعنی سوالیہ جملہ جو ہے اس میں ایک تو نفی کا معنی ہوتا ہے اور دوسرا چیلنج کا معنی بھی ہوتا ہے، اور چیلنج کے ساتھ جب نفی شامل ہو جائے تو یہ نفی سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے معنی میں زیادہ قوی معنی ہوتا ہے، یعنی اس میں نفی بھی ہوتی ہے چیلنج بھی ہوتا ہے، جیسا کہ

کوئی شخص یہ کہے "کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا کوئی بھی نہیں ہے اگر تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ کوئی ہے تو پھر بتاؤوہ کون ہے ؟": یہ معنی ہوتا ہے، نفی بھی ہوگئی ساتھ چیلنج بھی ہوگیا اور مزید اس معنی کی مضبوطی جو ہے وہ سامنے آگئی۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): ﴿حَدِيْثًا﴾ و ﴿قِيْلًا﴾ یہ تمیز ہے ﴿اَصْدَقُ﴾ کی۔

(اعراب جو ہے ﴿حَدِيْثًا﴾ و ﴿قِيْلًا﴾ کا یہ تمیز ہے یعنی حدیث میں اور قول میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا کوئی ہو نہیں سکتا)۔

اور ان دونوں آیتوں میں جو صفت الکلام کا ثبوت ملتا ہے وہ ان دونوں لفظوں میں ملتا ہے ﴿حَدِيْثًا﴾ اور ﴿قِيْلًا﴾ میں، اور ﴿اَصْدَقُ﴾ کے لفظ سے جو ہے وہ وصف کلام کا ہوتا ہے کیونکہ حدیث کلام کو کہا جاتا ہے اور " قیل" بھی کلام اور قول کو کہا جاتا ہے اور قول ہمیشہ لفظ سے ہی ہوتا ہے، بغیر لفظ کے قول ہوتا نہیں ہے، اور "صدق" جو ہے وہ کلام سے وصف ہوتا ہے، یعنی سچ ہمیشہ قول سے ہوتا ہے، بات سے حدیث اور کلام سے ہوتا ہے۔

تو ان تین لفظوں سے ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کا ثبوت ملتا ہے: (۱) ایک ﴿اَصْدَقُ﴾ کا لفظ ہے صدق بولنے سے ہوتا ہے، بات کرنے سے ہوتا ہے (۲) ﴿حَدِيْثًا﴾ کا لفظ واضح ہے حدیث کلام کو کہتے ہیں۔ (۳) اور قولاً یا ﴿قِيْلًا﴾ جو ہے قولاً ہمیشہ لفظ سے ہوتا ہے۔

تو ان تینوں الفاظوں سے اللہ تعالیٰ کی صفت کلام ثابت ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا جو کلام ہے وہ حق اور سچ ہے جس میں کسی بھی طریقے سے کوئی جھوٹ کا شائبہ ہو ہی نہیں سکتا۔

3- تیسری آیت اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کے ثبوت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ المائدۃ آیت نمبر 116 میں: ﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ﴾ إلى آخر الآية (المائدة:116)۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد " ﴿يٰعِيْسَى﴾: مقول القول ": یعنی اللہ تعالیٰ جو قول ہے وہ ﴿يٰعِيْسَى﴾ ہے یہ جملہ ہے اور اس جملے میں حروف ہیں، اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول بھی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول مسموع ہے سنائی دیتا ہے اور جو چیز سنائی دے اسے صوت کہتے ہیں (جو سنائی دیتی ہے وہ آواز ہوتی ہے)، اور جو قول ہوتا ہے وہ کلمات اور جملے سے بنا ہوتا ہے اور جملے جو ہیں ہمیشہ حروف سے بنتے ہیں۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اسی لیے اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کلام فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام حقیقی ہے جب چاہے جیسے چاہے جس طریقے سے چاہے اللہ تعالیٰ کلام فرماتا ہے "بحرف وصوت" حرف اور آواز سے لیکن مخلوقات کی آوازوں جیسے نہیں۔

"متی شاء": کا جملہ جو ہے (یعنی جب چاہے) یہ زمانے کے اعتبار سے ہے۔

"بما شاء": کلام کے اعتبار سے ہے۔ یعنی کلام کا موضوع کیا ہے؟ جو بھی اللہ تعالیٰ چاہے کلام کرتا ہے، چاہے اُمر ہو نہی ہو، یا اس کے علاوہ۔

"کیف شاء: یعني علی الکیفیة والصفة التي یریدها سبحانه وتعالیٰ": جس طریقے سے جس کیفیت پر اللہ تعالیٰ چاہے یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے۔

اور (شیخ صاحب فرماتے ہیں) ہم نے یہ کہا کہ "بحرف وصوت لا یشبه أصوات المخلوقین": اس جملے کی دلیل کیا ہے کہ حرف وصوت ہے؟ کیونکہ اس آیت میں دلیل ہے ﴿وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ﴾: یہ سب حروف ہیں، یہ جملے ہیں جملے حروف سے بنے ہیں۔

اور صوت کی دلیل بھی اس میں ملتی ہے کیونکہ سیدنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے وہ سنا جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اور اس کی دلیل کی مخلوقات کی آواز جیسی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ الشوریٰ آیت نمبر 11 میں: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ (اللہ تعالیٰ کی کوئی بھی چیز مثل نہیں ہے اور وہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے)۔

تو اس ایک آیت میں ﴿وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ﴾ آیت کے آخر تک: اس میں ہمیں (اہل سنت والجماعت کا) جس جملے کا ثبوت ملتا ہے جو اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کلام فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام حقیقی ہے، اللہ تعالیٰ جب چاہے جیسے چاہے جس طریقے سے چاہے حرف اور آواز سے کلام فرماتا ہے جو مخلوقات کی آوازوں جیسی نہیں ہے کوئی مثلیت نہیں ہے، اور ان چیزوں کے جو دلائل ہیں ہم بیان کر چکے ہیں۔

4-چوتھی آیت میں، یا چوتھی آیت اللہ تعالیٰ کے صفت کلام کے ثبوت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ الانعام آیت نمبر 115 میں: ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا﴾(الانعام:115)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: ''﴿كَلِمَتُ﴾: بالإفراد'': اور ایک قراءۃ میں ''کلمات'' بھی آیا ہے جمع سے، اور ایک ہی معنی ہے کیونکہ ﴿كَلِمَتُ﴾ جو ہے یہ مفرد مضاف ہے اور مفرد مضاف میں عموم پایا جاتا ہے عموم کے لیے یہ جملہ بیان ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے کلمات جو ہیں وہ تمام ہوئے ہیں اور اِن دو وصف کے ساتھ تمام ہوئے ہیں: (۱) ایک سچ ہے۔ (۲) اور ایک عدل وانصاف۔

اور جو سچ ہے وہ خبر کا وصف ہے یعنی خبر کے تعلق سے یا خبر کے بارے میں سچ سے وصف کیا جاتا ہے (خبر کو سچ سے وصف کیا جاتا ہے یعنی خبر کے لیے سچ کا ہونا لازمی ہوتا ہے)، اور جس کا وصف عدل وانصاف سے ہوتا ہے اسے حکم کہتے ہیں، یعنی حکم عدل وانصاف کی بنیاد پر ہوتا ہے اس لیے مفسرین تفسیر میں یہ فرماتے ہیں: ''صدقاً في الأخبار، وعدلاً في الأحكام'' (اللہ تعالیٰ کا فرمان جو ہے اللہ تعالیٰ کے کلمات جو ہیں وہ خبروں میں سچے ہیں اور احکام میں عدل وانصاف پر قائم ہیں)۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے جتنے بھی احکام ہیں چاہے اُمر ہوں یا نہی ہوں تو کس بنیاد پر ہیں؟ عدل وانصاف کی بنیاد پر ہیں، اور جو خبریں ہیں وہ سچی ہیں۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے جو کلمات ہیں اخبار میں سچے ہیں اُن میں کبھی بھی کوئی جھوٹ نہیں ہو سکتا، اور احکام میں عدل وانصاف پر قائم ہیں جن میں کسی بھی صورت میں کوئی ظلم کا شائبہ ہو نہیں سکتا، اور یہاں پر جو اللہ تعالیٰ کے کلمات ہیں وہ سچ اور عدل سے وصف کیے گئے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ اقوال ہیں کیونکہ قول میں ہی کہا جاتا ہے یا قول کے تعلق سے یہ کہا جاتا ہے کہ سچا ہے یا جھوٹا ہے۔

5-پانچویں آیت اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کے ثبوت کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾ (النساء:164)۔

﴿اللهُ﴾ سبحانہ وتعالیٰ الاسم الکریم: لفظ الجلالہ جو ہے یہ فاعل ہے، یعنی کلام اللہ تعالیٰ سے سرزرد ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا ہے۔

﴿تَكْلِيمًا﴾: مصدر مؤکَّد ہے، یامصدر المؤکِّد ہے۔ ﴿كَلَّمَ﴾، ﴿تَكْلِيمًا﴾ یہ کیا ہے؟ مفعول مطلق ہے، مفعول مطلق مصدر المؤکِّد ہوتا ہے۔ اور علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ لفظ جو ہے مصدر المؤکِّد جو ہے یا مفعول مطلق جو ہے کس لیے استعمال ہوتا ہے؟ یا کب استعمال ہوتا ہے؟ جب مجاز کی نفی مطلوب ہو (یعنی اس لفظ سے مجاز کا خاتمہ ہو جاتا ہے)، تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام حقیقی ہے۔

اس لیے اہل سنت والجماعت کا عقیدہ کیا ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ کا کلام حقیقی کلام ہے۔ دلیل کیا ہے؟ ﴿وَكَلَّمَ اللهُ مُوسٰى تَكْلِيمًا﴾: ﴿تَكْلِيمًا﴾ میں معنی ہمیشہ حقیقت کے لیے بیان ہوتا ہے یہ مفعول مطلق ہے اور مصدر المؤکِّد ہے۔

اس کی مثال پھر شیخ صاحب دیتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اگر کوئی شخص یہ کہے "جاء زيد" (زید آیا ہے)، تو اس میں یہ سمجھ آتا ہے کہ زید خود آیا ہے یا زید کی خبر آئی ہے (دونوں آپشن یا دونوں معنی ممکن ہیں)، "جاء زيد" یعنی "جاء زيد نفسه، أو: جاء خبر زيد": زید خود آیا ہے یہ بھی اس میں محتمل ہے، یا زید کی خبر آئی ہے یہ بھی محتمل ہے، اگرچہ زید کی خبر کا آنا یہ خلاف الظاہر ہے لیکن پھر بھی مجازاً اس کو استعمال کرنے کی گنجائش ہوتی ہے، لیکن اگر تاکید سے کہیں اور یہ کہیں "جاء زيد نفسه" (زید خود آیا) احتمال ختم ہو گیا۔ "أو: جاء زَيْدٌ زيدٌ": تاکید کی ہے زید کو دو مرتبہ تو پھر احتمال کی نفی ہو جاتی ہے (یعنی مجاز سے احتمال کی نفی ہو جاتی ہے)۔

اس لیے جو مصدر المؤکِّد ہوتا ہے وہ کیوں استعمال ہوتا ہے؟ مجاز کی نفی کے لیے کہ مجاز کا دور سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے مجاز کو ختم کرنے کے لیے یہ صیغہ استعمال ہوتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کا کلام جو ہے سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے جو ہوا تھا وہ حقیقی کلام ہے حرف اور صوت سے کیونکہ سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے سنا ہے اور آپس میں دو طرفہ بات ہوئی ہے جیسا کہ سورۃ طہ، اور سورۃ طہ کے علاوہ بھی اس کی دلیل موجود ہے۔

6- چھٹی آیت اللہ تعالیٰ کے صفت کلام کے ثبوت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿مِنۡهُمۡ مَّنۡ كَلَّمَ اللّٰهُ﴾إلي آخر الآية (البقرة:253)۔

"﴿مِنۡهُمۡ﴾ أي: من الرسل": بعض رسولوں میں سے ایسے رسول ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا ہے۔

تو﴿اللّٰهُ﴾ اسم الکریم سبحانہ وتعالیٰ فاعل "کلم" ہے، یعنی﴿مِنۡهُمۡ مَّنۡ كَلَّمَ اللّٰهُ﴾اللہ لفظ الجلالہ سبحانہ وتعالیٰ اسم الکریم جو ہے فاعل ہے اور فاعل مرفوع ہوتا ہے، ان دونوں کا مفعول جو ہے وہ محذوف ہے جو﴿مَّنۡ﴾ کی طرف واپس لوٹتا ہے اور تقدیر ہے "کلمه الله": یعنی بعض رسولوں سے اللہ تعالیٰ ہمکلام ہوا ہے۔

7- ساتویں آیت اللہ تعالیٰ کے صفت کلام کے ثبوت کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَمَّا جَآءَ مُوۡسٰى لِمِيۡقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ﴾إلي آخر الآية(الاعراف:143)۔

اور اس آیت میں (شیخ صاحب فرماتے ہیں) یہ ثبوت ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے مطابق ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ جب چاہے کلام چاہے کیونکہ اس آیت میں ﴿وَلَمَّا جَآءَ مُوۡسٰى لِمِيۡقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ﴾ (جب سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام ہمارے میقات پہنچے اور اُس کا ربّ اُس سے ہمکلام ہوا)۔

تو سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام میقات کو پہنچے تب کلام ہوا اُس سے پہلے تو نہیں، یعنی جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کلام فرمایا ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام جو ہے اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مشیئت سے بھی ہے۔

اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے یا جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا معنی ہے "المعنى القائم بالنفس": کہ معنی ہے صرف، حقیقت میں اللہ تعالیٰ کلام نہیں فرماتا لیکن معنی جو اللہ تعالیٰ کے نفس میں ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

تو اس آیت میں اس قول یا اس عقیدے کے خاتمے کا ثبوت موجود ہے۔

اور اس میں یہ بھی ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیئت ہے، کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مشیئت سے کوئی تعلق نہیں ہے، ایک کلام ہے جو اللہ تعالیٰ کے نفس میں ہے اور ہمیشہ ہے، مشیئت سے کوئی تعلق نہیں، اور یہ قول أشاعرہ کا ہے

(أشاعرہ کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام جو ہے وہ حقیقی کلام نہیں ہے بلکہ ایک معنی ہے جو اللہ تعالیٰ کے نفس میں بس)۔

اور اس آیت میں یہ بھی ثبوت ہے اور اُن لوگوں کے دعوے کے خاتمے کے لیے کافی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جس نے کلام کیا ہے وہ سیدنا موسیٰ (علیہ الصلاۃ والسلام) ہیں اللہ تعالیٰ نے کلام نہیں کیا ہے، اور تحریف کرتے ہیں ﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾ اور اسم الکریم "اللہ" کے لفظ کو نصب سے پڑھتے ہیں "اللهَ: كَلَّمَ اللهَ" پڑھتے ہیں، اور موسیٰ کو فاعل بنا دیتے ہیں۔

یعنی جو پچھلی آیت تھی وہ ﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾: تو معتزلہ نے اس میں تحریف کر کے پڑھا ہے "وَكَلَّمَ اللهَ مُوْسٰى تَكْلِيمًا" تو کلام موسیٰ نے کیا اللہ تعالیٰ سے، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کلام نہیں کیا ہے!

ٹھیک ہے کیونکہ ہم نے کہا کہ مصدر المؤکّد ہے نا تَكْلِيمًا جو ہے، مفعول مطلق ہے، تو انہوں نے کہا ٹھیک ہے پھر یہاں پر لفظ الجلالہ "اللہ" سبحانہ وتعالیٰ جو ہے یہ "مفعول بہ" فاعل نہیں ہے۔

اب اس آیت میں ﴿وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ﴾ اس کو تبدیل کر کے دکھائیں؟!

یاد رکھیں اگر آپ سے کوئی شخص آیت پوچھے اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کے ثبوت کے لیے جو سب سے زیادہ قوی ہے وہ کون سی ہے؟ وہ یہ آیت ہے سورۃ الاعراف آیت نمبر 143 میں ﴿وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ﴾: ﴿وَكَلَّمَهٗ﴾ (اور اُس کے ربّ نے اُس سے کلام کیا)۔

وجہ کیا ہے؟ عربی زبان میں جو ضمیر ہوتا ہے نا بہت قوی ہوتا ہے، جس کی طرف ضمیر لوٹتا ہے وہی حقیقتاً اُس معنی میں شامل ہوتا ہے جس کی طرف ضمیر دلالت کرتا ہے: ﴿وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ﴾: ﴿رَبُّهٗ﴾ میں ضمیر سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف ہے، موسیٰ کا ربّ موسیٰ سے کلام۔ ﴿وَكَلَّمَهٗ﴾: اور کلام کیا اُس سے اُس کے ربّ نے۔ کس کی طرف ضمیر واپس لوٹتا ہے؟ ربّ کی طرف (اللہ تعالیٰ کی طرف)۔

اس میں وہ خاموش ہو گئے لاجواب ہو گئے! یہ سب سے زیادہ قوی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا صفت کلام ثابت ہے۔

8-آٹھویں آیت اللہ تعالیٰ کے صفت کلام کے ثبوت کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا﴾ (مریم:52)۔

﴿وَنَادَيْنٰهُ﴾ (ہم نے ندا کی (یعنی بلایا ہے))، اور ضمیر فاعل اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، اور ضمیر مفعول سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف ہے، یعنی منادی کی اللہ تعالیٰ سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو۔

دیکھیں ﴿نَادَيْنٰهُ﴾ فعل ہے فاعل ہے مفعول ہے، لگتا تو ایک لفظ ہے لیکن یہ اس جملے میں تینوں چیزیں موجود ہیں۔

﴿وَنَادَيْنٰهُ﴾: "نَادَینا" نحن ، هو: اصل بات یہ ہے "ہم نے ندا کی پکارا ہے بلایا ہے اُسے"۔ تو ندا کرنے والی اللہ تعالیٰ کی ذات اللہ تعالیٰ ہے اور جو "مفعول بہ" جسے بلایا گیا ہے وہ سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام ہیں۔

﴿نَجِيًّا﴾: حال ہے، اور منادات اور مناجات دونوں کو جوڑ دیا گیا ہے اس آیت کریمہ میں، منادات دور کے لیے ہوتا ہے اور مناجات قریب کے لیے ہوتا ہے۔

مناجات کہتے ہیں سرگوشی کو، منادات کہتے ہیں پکارنے کو: دور والے کو پکارا جاتا ہے اور قریب والے سے سرگوشی کی جاتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا کلام دونوں کو شامل ہے۔

اور اس آیت میں یہ ثبوت ملتا ہے کہ جب سلف نے کہا ہے "كيف شاء" (جیسے اللہ تعالیٰ چاہے کلام فرماتا ہے)۔

9-نویں آیت اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کے ثبوت کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (الشعراء:10)۔

﴿وَاِذْ نَادٰى﴾: یعنی جیسے پہلے گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منادی کی ہے۔

اور اس میں شاہد یہ ہے ﴿رَبُّكَ مُوْسٰٓى﴾: منادی کس نے کی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ربّ نے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو۔

﴿اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾: کہ جائیں ظالم قوم کی طرف۔

اور ندا جو ہے ہمیشہ آواز کی طرف دلالت کرتی ہے ندا آواز سے ہوتی ہے، اب جب دور والے کو پکارتے ہیں اس کے لیے آواز کا ہونا لازمی ہے۔

اور جملہ کیا ہے؟ ﴿اَنِ ائۡتِ الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ﴾: منادی کے الفاظ کیا تھے؟ کہ جاؤ ظالم قوم کی طرف۔ تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ حروف بھی ہیں اللہ تعالیٰ کے کلام کے، اللہ تعالیٰ کا کلام جو ہے وہ آواز بھی ہے اور حروف بھی ہیں۔

10- دسویں آیت اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کے ثبوت کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ الاعراف آیت نمبر 22 میں:

﴿وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَاۤ اَلَمۡ اَنۡهَكُمَا عَنۡ تِلۡكُمَا الشَّجَرَةِ﴾ إلي آخر الآية (الاعراف:22)۔

اس میں بھی دیکھیں: ﴿وَنَادٰىهُمَا﴾: دونوں کو اللہ تعالیٰ نے پکارا ہے ندا کی ہے سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو اور سیدہ حوّا علیہا الصلاۃ والسلام کو۔

﴿اَلَمۡ اَنۡهَكُمَا عَنۡ تِلۡكُمَا الشَّجَرَةِ﴾: کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے منع نہیں کیا۔

اور اس سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مشیئت سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے اُن کو منع کر چکے تھے وہ بھی کلام تھا، اور یہ قول جو ہے نہی کرنے کے بعد ہے۔

اور ﴿اَلَمۡ اَنۡهَكُمَا عَنۡ تِلۡكُمَا الشَّجَرَةِ﴾ "میں نے تم دونوں کو اس درخت سے منع نہیں کیا" اس میں حرف اور صوت بھی ہے (جیسے پہلے گزر چکا ہے) جو اِن دونوں نے سنا ہے، سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی سنا ہے۔

کیا سنا ہے اگر حرف اور صوت نہیں ہے تو کیا سنا ہے سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے؟! یہی جملہ سنا ہے۔

11- گیارہویں آیت اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کے ثبوت کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ فَيَقُوۡلُ مَاذَاۤ اَجَبۡتُمُ الۡمُرۡسَلِيۡنَ﴾ (اے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان کو اس بات کا ذکر کر دیں بتا دیں کہ جس دن اللہ تعالیٰ اُن کو پکارے گا منادی ہوگی اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا ﴿مَاذَاۤ اَجَبۡتُمُ الۡمُرۡسَلِيۡنَ﴾ تم لوگوں نے رسولوں کا کیا جواب دیا ہے؟) (القصص:65)۔

اور یہ قیامت کا دن ہوگا اور منادی کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے: ﴿فَيَقُوۡلُ﴾ (اللہ تعالیٰ فرمائے گا)۔

اس میں واضح الفاظ ہیں ﴿فَيَقُوۡلُ﴾: اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کہے گا۔ کیا فرمائے گا؟ ﴿مَاذَاۤ اَجَبۡتُمُ الۡمُرۡسَلِيۡنَ﴾ میدان محشر میں کہ تم لوگوں نے رسولوں کو کیا جواب دیا ہے؟ اور یہ الفاظ بھی ہیں، حروف بھی ہیں، جملہ بھی ہے، قول بھی ہے کہ لوگ سنیں گے بھی۔

اور اس آیت میں شیخ صاحب (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: دو طریقوں سے اللہ تعالیٰ کے صفت کلام کا ثبوت ملتا ہے "النداء والقول": ندا کا لفظ بھی ہے اور قول کا لفظ بھی ہے۔

اور یہ تمام آیات جو ہیں مجموعی طور پر ثابت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام حقیقی ہے اللہ تعالیٰ جب چاہے جیسے چاہے جس طرح چاہے کلام فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ کا کلام "حرف، آواز" وہ آواز جو سنائی دیتی ہے حقیقتاً اس بنیاد پر ہے جو مخلوقات کی آوازوں جیسی ہرگز نہیں ہے، اور یہی عقیدہ ہے اہل سنت والجماعت کا۔

اگر کوئی آپ سے سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ کلام کے تعلق سے اہل سنت والجماعت کا کیا عقیدہ ہے، آخری جملہ جو شیخ صاحب نے بیان کیا ہے اسے انڈر لائن کریں یہ عقیدہ ہے "کہ اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے حقیقتاً جب چاہے جیسے چاہے جس طرح چاہے حرف اور سُنی ہوئی آواز سے جو مخلوقات کی آواز یا کلام جیسی ہرگز نہیں ہے مماثلت ممکن نہیں ہے"۔

اور جتنے جملے ہیں اگر آپ گنیں تقریباً یہ سات یا آٹھ جملے جو ہیں ان سب کے دلائل اوپر گزر چکے ہیں، اب واجب یہ ہے کہ ہوم ورک یہ ہے گھر میں جا کر آپ نے یوں لکھنا ہے: "اللہ تعالیٰ کی صفت کلام" اور پھر اوپر نیچے ایک، دو، تین، چار، کر کے:

(۱) اللہ تعالیٰ کلام فرماتا ہے اُس کی دلیل۔

(۲) حقیقتاً اس کی کیا دلیل ہے کہاں سے لی آپ نے؟

(۳) پھر "متى شاء" (جب چاہے) اس کی کیا دلیل ہے؟

(۴) "بما شاء" اس کی کیا دلیل ہے؟

(۵) "كيف شاء" کی کیا دلیل ہے؟

(۶) "بحرف وصوت ، مسموع" اس کی کیا دلیل ہے؟

(۷) اور مخلوقات کی آواز جیسی نہیں مثلیت کی نفی ہے اس کی کیا دلیل ہے؟

یہ واجب ہیں، آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ آپ پڑھ کیا رہے ہیں آپ کو پتہ ہونا چاہیے دلیل کیا ہے، کیونکہ آپ باہر جائیں گے نا تو شام تک بھول جائیں گے، یہ وہ باتیں ہیں جو بھولنی نہیں چاہیئں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے تعلق سے۔

اور سب سے عظیم جو ہے علوم میں سے سائنسز میں سے کون سا ہے؟ دین کا علم ہے نا۔ دین کے علم میں سب سے عظیم علم کون سا ہے؟ عقیدۂ توحید، وہ علم جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے جسے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت۔

اصول الثلاثہ میں سب سے پہلا اصول کیا ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے کہ نہیں؟ اور جو اس علم سے محروم ہے واللہ وہ ہر خیر سے محروم ہے!

اس لیے شاید بار بار موقع نہ ملے یاد کرنے کا آج بہت کچھ اور بھی پڑھنا ہے پہلے بھی پڑھ چکے ہیں الحمد للہ لیکن میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ عقیدہ واسطیۃ کا ایک اپنا انداز ہے اور اپنی ایک شان ہے اور یہ وہ کتاب ہے جس نے واقعی میری زندگی بدلی ہے، بہت ساری چیزیں کوئسچن مارک (Question mark) تھے سمجھ نہیں آتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جب اس کتاب کو پڑھا ہے اور اللہ کا شکر ہے میں نے کئی مرتبہ پڑھا ہے مختلف علماء سے تو ایسی معرفت اور آسانی کے اللہ تعالیٰ نے دروازے کھولے ہیں میں بیان نہیں کر سکتا! اور یہی طریقہ تھا میرے یاد کرنے کا۔

اب صفت الکلام کی بات آئی ہے اور گیارہ آیات بیان کی ہیں اور اہل سنت والجماعت کے عقیدے کی تفصیل بیان کر دی ہے، اب ایک ایک جملے کی دلیل موجود ہے کہاں پر ہے آج ہم پڑھ چکے ہیں، آپ نے جا کر صرف یہ کرنا ہے کہ آپ نے یہ جو جملے میں نے بتائے ہیں جو آخری چار پانچ لائنیں ہیں ان کو دیکھ لیں آپ۔

جملہ لکھیں، پہلا جملہ: (۱) اللہ تعالیٰ کی صفت الکلام ثابت ہے اللہ تعالیٰ کلام فرماتا ہے، دلیل آگے لکھ لیں۔ (۲) حقیقی ہے اُس کی دلیل کیا ہے۔ (۳) "متی شاء" اس کی کیا دلیل ہے۔ (۴) "بما شاء" اس کی کیا دلیل ہے۔ (۵) "کیف شاء" اس کی دلیل کیا ہے۔ (۶) "بحرف وصوت ، مسموع" اس کی کیا دلیل ہے۔ (۷) "لا يماثل أصوات المخلوقين" مثلیت نہیں اس کی دلیل کیا ہے۔

پھر آپ دیکھیں علم میں کیسے ترقی ہوتی ہے اور کس طریقے سے مضبوطی آتی ہے۔

وہ بھی کر سکتے ہیں دلیل سامنے لکھ لیں زیادہ بہتر ہے، نمبر لکھنے سے بہتر یہ ہے آپ کو یاد بھی رہے گا۔ یہ آیات اسی کے اندر جو میں نے بتائی ہیں باہر نہیں ہیں باہر نہ جائیں آپ۔

آج کے درس یہ گیارہ آیات ہیں جو بیان کی ہیں یہ سارے دلائل ان کے اندر ہیں، اور مزے کی بات بتاؤں اگلے درس میں ان شاءاللہ "کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے" اس کے ثبوت میں جو دلائل ہیں وہ بیان کریں گے اور اہل سنت

والجماعت کا اس میں کیا عقیدہ ہے اس کی تفصیل کیا ہے اور اس کی پھر دلیل کیا ہے، اور ایک ایک جملے کی آپ کو دلیل ملے گی ان شاءاللہ۔

اچھا فرق کیا ہے کہ جو آج ہم نے پڑھا ہے صفت الکلام اور جو ان شاءاللہ اگلے درس میں پڑھیں گے قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے؟ دونوں میں فرق ہے کوئی؟ دونوں اللہ تعالیٰ کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔

قرآن تو ایک کلام کہیں نا صرف (قِسم) کیونکہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ صرف قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے باقی کچھ اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا ہے کہ نہیں؟ ﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾ کیا وہ قرآن تھا؟ نہیں۔ قیامت کے جو منادی ہو گی وہ قرآن تو نہیں ہے۔ تو قرآن بھی اللہ تعالیٰ کے کلام کا صرف ایک حصہ ہے اس کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کے بہت سارے کلام ہیں۔

تو آج کے درس میں جو اللہ تعالیٰ کی صفت الکلام ہے عمومی طور پر جو ہے اس کے ثبوت میں یہ دلائل پیش کیے ہیں یہ بیان کیا ہے، اور بہت سارے ہیں ہم قرآن کی باتیں کر رہے ہیں اس وقت، اور بہت ساری حدیث قدسی بھی ہے، احادیث میں بہت سارا ہے (بہت ساری احادیث میں بھی ہے)، تو دلائل تو بہت زیادہ ہیں لیکن آسانی کے لیے جمع کرنے کے لیے یاد کرنے کے لیے گیارہ آیات بیان ہوئی ہیں اور اگلے درس میں "کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے" اس کے ثبوت میں ان شاءاللہ تفصیل سے بات کریں گے۔

((واللہ أعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضیٰ بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (56.العقیدۃ الواسطیۃ) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio